فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا گھر تمام انبیا کے گھروں سے افضل تھا؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا گھر تمام انبیا کے گھروں سے افضل نہیں تھا۔ اس بارے میں ایک جھوٹی روایت کا سہارا لیا جاتا ہے، روایت یہ ہے:

سیدنا انس اور سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿وَالْأَبْصَارُ﴾ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ : أَيُّ بُيُوتٍ هٰذِهٖ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : بُيُوتُ الْأَنْبِيَاءِ، قَالَ : فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْبَيْتُ مِنْهَا لِبَيْتِ عَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ؟ قَالَ : نَعَمْ، مِنْ أَفَاضِلِهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهٗ﴾ ''ان گھروں کے متعلق اللہ حکم فرماتا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے (تعمیر کیا جائے) اور اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔.....'' ایک شخص کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا: اللہ کے رسول! ان گھروں سے

کیا مراد ہے؟ فرمایا: انبیا کے گھر۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:
اللہ کے رسول! سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر میں ان میں شامل ہے؟
فرمایا: جی ہاں، یہ ان میں سے سب سے افضل گھر ہے۔''

(تفسير الثعلبي : 274/19، الدر المنثور للسيوطي : 50/5)

سند جھوٹی ہے۔

① نفیع بن حارث ''متروک و کذاب'' ہے۔ کسی نے توثیق نہیں کی۔

② سعید بن بشیر ضعیف ہے۔

③ حسین بن سعید کے حالات زندگی نہیں ملے۔

④ منذر بن محمد قابوسی ''متروک'' ہے۔

⑤ احمد بن محمد بن سعید، ابن عقدہ ''متہم'' ہے۔

اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کرنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تمام انبیا سے افضل ہیں، صریح کفر ہے۔

سوال: یہ دعا: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي شَكُورًا، وَّاجْعَلْنِي صَبُورًا، وَّاجْعَلْنِي فِي عَيْنَيَّ صَغِيرًا، وَّفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب: سند ضعیف ہے۔ عقبہ بن عبداللہ اصم ''ضعیف و مدلس'' ہے۔

سوال: جناب اشرف علی تھانوی صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت بالا جماع اللہ تعالیٰ کو حقیقی طور پر عرش پر مستوی (بلند) مانتے ہیں، کسی قسم کی تاویل نہیں کرتے۔ لیکن تھانوی صاحب اس عقیدہ میں گمراہ صوفیوں

سے متاثر ہیں اور اہل سنت والجماعت اور اجماع امت کے مخالف ہیں۔ جب تھانوی صاحب سے اللہ کے عرش پر مستوی ہونے اور حاضر ناظر ہونے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے جواب میں لکھا:

''فریق اول کی اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مثل ہوا کے پھیلا ہوا ہے اور بھرا ہوا ہے، تب تو غلط ہے، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکانی ہے، دوسرے مکانیات سے صرف یہ امتیاز ہوگا کہ اوروں کا مکان محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کا مکان غیر محدود۔ سو مکانی ہونا کیونکہ احتیاج الی المکان کو مستلزم ہے اور احتیاج سے حق تعالیٰ منزہ ہے، اس لیے مکان سے بھی منزہ ہے، بلکہ غور کیا جاوے، تو اس میں دوسرے مکانیات سے بھی زیادہ احتیاج ثابت ہوئی، کہ اور تو ایک ایک مکان کے محتاج ہوں گے اور وہ ہر مکان کا، نعوذ باللہ! اگر یہ مطلب ہے کہ اس کی تجلی جیسے کہ اس کی ذات منزہ کی شان کو زیبا ہے، عرش کے ساتھ خاص نہیں، جیسے عرش پر ہے، اسی طرح غیر عرش پر ہے۔ سو یہ مسئلہ کسی نقل قطعی الدلالہ یا کسی دلیل عقلی کے خلاف نہیں، بعض صوفیا اس طرف گئے ہیں، اس لیے قائل ہونے کی گنجائش ہے۔''

(بوادر النوادر، ص90)

تھانوی صاحب نے دو باتیں کی ہیں؛

① اگر اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانا جائے، جیسے ہوا ہر جگہ ہے، تو یہ باطل ہے، کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان کا محتاج ہے۔

② کہتے ہیں کہ ان صوفیا کا نظریہ بھی درست ہے، جنہوں نے اللہ کے مستوی

علی العرش ہونے اور ہر جگہ ہونے سے مراد اللہ کی تجلی لی ہے۔

بلکہ تھانوی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''عرش جو کہ تجلی گاہ خاص حق ہے۔''

(بوادر النوادر، ص56)

گمراہ صوفی اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمراہ کن عقیدہ رکھتے ہیں، کبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ ہر جگہ ہے، کبھی کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو ہر جگہ مانیں، تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جگہ کا محتاج ہے، جو کہ اللہ کے لائق نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کائنات میں نہ داخل ہے، نہ خارج ہے، کبھی کہتے ہیں کہ اللہ کی تجلی ہر جگہ ہے، وغیرہ۔ یہ سب نظریات فرقہ جہمیہ سے مستعار ہیں۔ اہل سنت والجماعت ان عقائد سے بری ہیں۔

جب انسان اہل سنت والجماعت کے اجماعی واتفاقی عقیدہ کی مخالفت کرے، تو اس سے اس طرح کی واہی تباہی کا صدور ممکن ہے۔ ان صوفیوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں بری تاویلیں کر رکھی ہیں، اسلامی عقائد کو الجھا دیا ہے۔

عافیت اہل سنت کے عقیدہ میں ہے کہ انسان ہر طرح کی گمراہی اور شکوک وشبہات سے بچ جاتا ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، جیسے اس کے شایان شان ہے، اس کی کیفیت کا علم نہیں، کیفیت کے بارے میں سوال کرنا ہی گمراہی ہے۔

سوال: کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے نزول کو اپنے نزول سے تشبیہ دی؟

علامہ انور شاہ کاشمیری صاحب کہتے ہیں: ابن تیمیہ نے ''کنزولی ہذا'' سے تشریح کر کے بدعت قائم کر دی ہے۔'' (ملفوظات کشمیری از احمد رضا بجنوری، ص243)

جواب: اہل بدعت واہل ضلال اس طرح کی جسارتیں کرتے رہتے ہیں کہ اہل

سنت کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے رہتے ہیں، اہل سنت ان کی اتہام بازیوں سے بری ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ حق کے امام تھے، اہل سنت کے عقائد پر تھے، بلکہ عقائد اہل سنت کے پاسدار اور پہرہ دار تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ صفات باری تعالیٰ میں اہل سنت کے منہج پر تھے۔ آپ نے حدیث نزول کی تشریح کی، اس میں نزول باری تعالیٰ کے حوالہ سے اہل سنت کے عقیدہ کو حق ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نزول حقیقی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے، اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ : إِنَّ عِلْمَ اللّٰهِ كَعِلْمِي ...... أَوْ نُزُولَهٗ كَنُزُولِي أَوْ إِتْيَانَهٗ كَإِتْيَانِي وَنَحْوَ ذٰلِكَ فَهٰذَا قَدْ شَبَّهَ اللّٰهَ وَمَثَّلَهٗ بِخَلْقِهٖ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُونَ، وَهُوَ ضَالٌّ خَبِيثٌ مُبْطِلٌ بَلْ كَافِرٌ .

''جو یہ کہتا ہے کہ اللہ کا علم میرے علم کی طرح ہے۔...... یا اللہ تعالیٰ کا نزول میرے نزول کے طرح ہے یا اس کا آنا میرے آنے کی طرح ہے، وغیرہ، تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق کے مشابہ و مماثل قرار دیا، اللہ تعالیٰ ایسے عیوب سے پاک ہے۔ ایسی بات کرنے والا شخص گمراہ خبیث، باطل پرست بلکہ کافر ہے۔''

(مجموع الفتاوی: 482/11)

مولانا محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''اب یہاں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مؤقف کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے، یہ

بات بہت مشہور ہوئی ہے کہ وہ معاذ اللہ تشبیہ کے قائل یا کم از کم اس کے قریب پہنچ گئے ہیں اور یہ قصہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ جامع دمشق کے منبر پر تقریر کرتے ہوئے حدیث باب کی تشریح کی اور اس تشریح کے دوران خود منبر سے دو سیڑھیاں اتر کر کہا کہ ینزل کنزولی ہذا یعنی باری تعالیٰ کا نزول میرے اس نزول کی طرح ہوتا ہے۔ اگر یہ واقعہ ثابت ہو، تو بلاشبہ یہ نہایت خطرناک بات ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تشبیہ کے قائل ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ تحقیق سے اس واقعے کی نسبت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف ثابت نہیں ہوتی، دراصل یہ واقعہ کسی مستند طریقے سے ثابت نہیں، بلکہ یہ سب سے پہلے ابن بطوطہ رحمہ اللہ نے اپنے سفر نامے (جلد ۱، ص ۵۷) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے خود علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جامع دمشق کے منبر پر تقریر کرتے ہوئے دیکھا، وہ تقریر کے دوران منبر سے دو سیڑھیاں نیچے اترے اور کہا: ینزل نزولی ہذا، لیکن محققین نے سفر نامہ ابن بطوطہ کی اس حکایت کو معتبر نہیں مانا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس سفر نامہ کے جلد ۱ صفحہ ۵۰ پر تصریح ہے کہ ابن بطوطہ جمعرات ۹ رمضان ۷۲۶ھ کو دمشق پہنچا ہے، حالانکہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ شعبان ۷۲۶ھ کے اوائل ہی میں دمشق کے قلعہ میں قید ہو چکے تھے اور اسی قید کی حالت میں ۲۰ ذیقعدہ ۷۲۸ھ ان کی وفات ہوگئی، لہٰذا یہ بات تاریخی اعتبار سے ممکن نظر نہیں آتی کہ وہ رمضان ۷۲۶ھ میں جامع دمشق میں خطبہ دے رہے ہوں۔ ادھر سفر نامہ ابن بطوطہ رحمہ اللہ خود ابن بطوطہ رحمہ اللہ کا لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ اسے ان کے شاگرد ابن جزی الکلبی نے مرتب کیا ہے

اور ابن بطوطہ سے حالات زبانی سن کر انہیں اپنے الفاظ میں قلمبند کرتے تھے، اس لیے اس میں غلطیوں کا کافی امکان ہے، جہاں تک اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے صحیح موقف کا تعلق ہے، اس موضوع پر ان کی ایک مستقل کتاب ہے، جو ''شرح حدیث النزول'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے اور اس میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تشبیہ کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے، مثلاً صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں: ولیس نزولہ کنزول اجسام بنی آدم من السطح الی الارض بحیث یبقی السقف فوقھم، بل اللہ منزہ عن ذلک۔''

(درس ترمذی، جلد 2، ص 202-203)

سوال: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَشِقَ فَكَتَمَ وَعَفَّ وَصَبَرَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ .

''جس نے عشق کیا، تو اسے دل ہی دل میں چھپایا، پاکدامنی اختیار کی اور صبر کیا، اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما کر جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں گے۔''

(الطيوريات: 147/1، تاريخ بغداد للخطيب: 156/5، العلل لابن الجوزي: 286/2)

جواب: یہ روایت سخت ترین ضعیف ہے۔

① ابو یحییٰ قتات جمہور ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

② سوید بن سعید ہروی ضعیف، مدلس اور تلقین قبول کرنے والا راوی ہے۔

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العلل المتناهیة : 286/2)

اس روایت کی ایک اور سند بھی ہے، جس میں ابن ابی نجیح مدلس ہیں۔

نیز اس سند کے متعلق علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذِبٌ عَلَى ابْنِ الْمَاجِشُونَ، فَإِنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْ بِهٰذَا وَلَا حَدَّثَ بِهٖ عَنْهُ الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ، وَإِنَّمَا هٰذَا مِنْ تَرْكِيبِ بَعْضِ الْوَضَّاعِينَ.

''یہ روایت ابن ماجشون پر جھوٹ ہے، انہوں نے یہ روایت بیان نہیں کی اور نہ ہی زبیر بن بکار نے ان سے روایت کی ہے، بلکہ یہ کسی جھوٹے راوی نے (ابن ماجشون پر) تھوپ دی ہے۔''

(الداء والدواء، ص 570)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الْعِشْقُ: وَهُوَ الْحُبُّ الْمُفْرِطُ الَّذِي يُخَافُ عَلٰى صَاحِبِهٖ مِنْهُ، وَلٰكِنْ لَّا يُوصَفُ بِهِ الرَّبُّ تَعَالٰى وَلَا الْعَبْدُ فِي مَحَبَّةِ رَبِّهٖ، وَإِنْ كَانَ قَدْ أَطْلَقَهُ بَعْضُهُمْ، وَاخْتُلِفَ فِي سَبَبِ الْمَنْعِ، فَقِيلَ: عَدَمُ التَّوْقِيفِ، وَقِيلَ غَيْرُ ذٰلِكَ، وَلَعَلَّ امْتِنَاعَ إِطْلَاقِهٖ أَنَّ الْعِشْقَ مَحَبَّةٌ مَّعَ شَهْوَةٍ.

''عشق حد درجہ کی محبت کو کہتے ہیں کہ جس میں عاشق پر کئی خطرات وخدشات ہو سکتے ہیں۔ لیکن رب تعالیٰ کو اس لفظ سے متصف نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی بندے کی اللہ سے محبت پر عشق کا لفظ بولا جا سکتا ہے، اگرچہ بعض نے استعمال بھی کیا ہے۔ (اللہ کی محبت پر) اس لفظ کی ممانعت کی وجہ میں اختلاف ہے،

ایک قول کے مطابق کہ یہ لفظ شرعاً ثابت نہیں، کئی اور اقوال بھی ہیں۔ ممکن ہے کہ ممانعت کی (ایک) وجہ یہ بھی ہو کہ عشق اس محبت کو کہتے ہیں جس میں شہوت پائی جائے۔''

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص 165)

سوال: ابوالہیاج اسدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهٗ .

''میں آپ کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں، جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ ہر تصویر کو مٹا دیں اور اونچی قبر کو شرعی حد پر لے آئیں۔''

(صحیح مسلم: 969)

بریلوی عالم، ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی صاحب لکھتے ہیں:

''وہابیان ہند اس حدیث سے استدلال کر کے قبوں کے گرانے کو دینی حکم سمجھتے ہیں اور ابن سعود کے اس فعل کو تعمیل حکم نبوی مانتے ہیں، حالانکہ اس حدیث کی سند میں حبیب بن ابی ثابت ایک راوی ہے، جو ابو وائل سے بلفظ عن روایت کرتا ہے، حبیب مذکور مدلس ہے اور مدلس کی معنعن محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں ہوتی، اس لیے یہ حدیث قابل حجت نہیں۔''

(دلائل المسائل، ص 338)

کیا یہ اعتراض درست ہے؟

جواب: مذکورہ روایت باتفاق محدثین صحیح ہے، کسی ثقہ عالم نے اس پر کلام نہیں کیا۔

① امام مسلم رحمہ اللہ علل حدیث کے ماہر ہیں، وہ احادیث کی تنقیح کرتے ہیں، مدلسین کی وہی روایات لاتے ہیں، جو سماع پر محمول ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ بخاری ومسلم میں مدلسین کی روایات سماع پر محمول ہیں، لہٰذا اس حدیث پر حبیب بن ابی ثابت کی تدلیس کی بنا پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

علامہ ابن ترکمانی حنفی (۷۵۰ھ) حبیب بن ابی ثابت کی ایک معنعن روایت کے دفاع میں لکھتے ہیں:

...... لَوْ كَانَ كَذٰلِكَ فَإِخْرَاجُ مُسْلِمٍ لِحَدِيثِهٖ هٰذَا فِي صَحِيحِهٖ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ ثَبَتَ عِنْدَهٗ أَنَّهٗ مُتَّصِلٌ وَأَنَّهٗ لَمْ يُدَلِّسْ فِيهِ.

''اگر حبیب بن ابی ثابت کا مدلس ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے، تب بھی امام مسلم کا اس کی اس حدیث کو اپنی صحیح میں لانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک ثابت اور متصل ہے اور حبیب بن ابی ثابت نے اس حدیث میں تدلیس نہیں کی۔''

(الجوهر النقي: 3/327)

② اس حدیث کے بہت سارے شواہد ہیں۔ صحیح مسلم میں اس سے پہلے اس کا شاہد ذکر ہوا ہے۔

③ ایک عام قبر جو شرعی حد سے بلند ہو، اسے شرعی حد پر لانا ضروری ہے، تو کسی بزرگ کی قبر پر قبہ بنانا کون سی شریعت ہے؟

④ بزرگوں کی قبر پر قبے بنانا روافض کا طریقہ ہے، جو بعض نے مستعار لے لیا۔

⑤ اگر اولیا کی قبروں پر قبے بنانا جائز ہوتا، تو انبیا علیہم السلام اور صحابہ، تابعین اور تبع

تابعین زیادہ حق دار تھے کہ ان کی قبروں پر قبے بنائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو انبیا کی قبروں کا علم نہیں دیا، سوائے ہمارے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے۔

⑥ اگر انبیا اور صلحا کی قبروں پر قبے بنانے کا جواز ہوتا، تو صحابہ کرام اور ائمہ اسلام نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر قبہ تعمیر کرتے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

هُمْ كَانُوا أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ حَقًّا، وَالطَّالِبُونَ لِسُلُوكِ طَرِيقِ الْحَقِّ صِدْقًا .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حقیقی اولیاء اللہ تھے اور صدق دل سے راہ حق کے متلاشی تھے۔''

(الاعتصام :274/1، ت الهلالي)

جب صحابہ، جو کہ حقیقی اولیا ہیں، ان کی قبروں پر قبے نہیں بنے، تو بعد والوں کی قبروں پر قبے کیوں؟ اس پر مستزاد یہ کہ اکثر صحابہ کی قبروں کا تعین بھی نہیں ہے۔

لہٰذا اولیا کی قبروں پر قبے بنانا غیر شرعی تعظیم ہے۔ جو شرک تک پُل کا کام دیتی ہے۔

قبوں کے رد میں علامہ ابن حجر ہیتمی (۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ أَعْظَمَ الْمُحَرَّمَاتِ وَأَسْبَابِ الشِّرْكِ الصَّلَاةُ عِنْدَهَا وَاتِّخَاذُهَا مَسَاجِدَ أَوْ بِنَاؤُهَا عَلَيْهَا، وَالْقَوْلُ بِالْكَرَاهَةِ مَحْمُولٌ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ، إِذْ لَا يُظَنُّ بِالْعُلَمَاءِ تَجْوِيزُ فِعْلٍ تَوَاتَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنُ فَاعِلِهٖ، وَتَجِبُ الْمُبَادَرَةُ لِهَدْمِهَا وَهَدْمِ الْقِبَابِ الَّتِي عَلَى الْقُبُورِ إِذْ هِيَ أَضَرُّ مِنْ مَّسْجِدِ الضِّرَارِ لِأَنَّهَا أُسِّسَتْ عَلٰى مَعْصِيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهٗ نَهٰى عَنْ ذٰلِكَ وَأَمَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَدْمِ الْقُبُورِ الْمُشْرِفَةِ، وَتَجِبُ إِزَالَةُ كُلِّ قِنْدِيلٍ أَوْ سِرَاجٍ عَلٰى قَبْرٍ وَّلَا يَصِحُّ وَقْفُهٗ وَنَذْرُهٗ.

''بڑے بڑے حرام کام اور بڑے اسباب شرک یہ ہیں کہ قبروں کے پاس نماز پڑھی جائے، انہیں مسجد بنا لیا جائے یا ان پر عمارت بنائی جائے۔ کراہت کا قول کسی اور بات (حرمت) پر محمول ہے، کیونکہ علما کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایسے فعل کو جائز قرار دیں، جس کے کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ کی لعنت تواتر کے ساتھ ثابت ہو۔ انہیں گرانا واجب ہے، اسی طرح قبروں پر بنائے گئے قبوں کو گرانا بھی ضروری ہے، کیونکہ یہ ''مسجد ضرار'' سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔ ان کی بنیاد رسولِ اکرم ﷺ کی مخالفت پر ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اونچی قبریں گرانے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی طرح قبر پر موجود ہر قندیل اور ہر چراغ ہٹانا بھی واجب ہے، قبر پر وقف ونذر صحیح نہیں۔''

(الزّواجر عن اقتراف الكبائر :1/120-121)

سوال: اولیا اور صلحا کی قبور سے فیض پایا جا سکتا ہے؟

جواب: اولیا اور صلحا کی قبروں سے فیض پانا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ اگر قبروں سے فیض پایا جا سکتا، تو اللہ تعالیٰ انبیا کی قبروں کے بارے میں ضرور آگاہی فرماتے، کسی صحابی، تابعی سے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر روحانی فیضان کی نیت سے حاضر ہونا ثابت نہیں۔ قبروں سے فیض حاصل کرنا دراصل روافض اور گمراہ صوفیوں کا دین ہے۔

شریعت نے قبرستان کی زیارت مشروع قرار دی ہے، اس کا مقصد دنیا سے بے رغبتی، فکر آخرت اور اہل قبور کے حق میں دعا کرنا ہے۔ روحانی فیض نبی کریم ﷺ کی شریعت اپنانے میں ہے۔

جناب اشرف علی تھانوی صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک بزرگ کی قبر سے فیضان روحانی کیسے حاصل ہوسکتا ہے، تو گمراہ صوفیا کی تقلید میں آپ گویا ہوئے:

> ''اول کچھ پڑھ کر بخشے، پھر آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہوگئی ہے اور اس سے احوال خاصہ منتقل ہو کر پہنچ رہے ہیں۔''

(بوادر النوادر، ص85)

یہ اسلامی عقائد سے دوری کا نتیجہ ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ عقیدہ گمراہ صوفیوں نے ہندوؤں سے مستعار لیا ہو کہ ان لوگوں نے روح کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے، جو جی میں آتا ہے، کہہ دیتے ہیں۔ یہ باتیں تو ائمہ اہل سنت کے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں، جو اب اہل باطل کا دین بن چکی ہیں۔

سوال: بعض حنفی فقہا نے لکھا ہے کہ کعبہ اولیا کی زیارت کے لیے جاتا ہے؟

جواب: افراط وتفریط اور مبالغہ امیزی ہر معاملہ میں مذموم ہے۔ غلو باعث ہلاکت ہے، دلائل شرعی اور ائمہ ہدیٰ کی پیروی میں رکاوٹ ہے، غلو وہ قبیح فعل ہے، جو انسانوں کو وسطیت، عدل اور اعتدال پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ ظلم وعدوان اور دین میں تشدد کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے، یہی حال بعض الناس کا ہے، جنہوں نے کئی دینی احکام ومسائل میں حد اعتدال سے اعراض برتا ہے۔ وہ یہ کہنے لگے کہ کعبۃ اللہ بعض صالحین کی زیارت کے لیے

جاتا ہے، حالانکہ اس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری، یہ صرف ان کی منہ کی بات ہے۔

علامہ شامی حنفی (۱۲۵۲ھ) علامہ نسفی سے نقل کرتے ہیں کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا یہ کہنا درست ہے کہ کعبہ اولیا کی زیارت کے لیے جاتا ہے، تو علامہ نسفی نے جواباً کہا:

نَقْضُ الْعَادَةِ عَلٰی سَبِيلِ الْكَرَامَةِ لِأَهْلِ الْوِلَايَةِ جَائِزٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''اہل سنت کے نزدیک اولیا کے ہاتھوں خارق عادت کاموں کا صدور ممکن ہے۔''

(فتاویٰ شامی: 260/4)

علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

فِي عُدَّةِ الْفَتَاوٰی : الْكَعْبَةُ إِذَا رُفِعَتْ عَنْ مَكَانِهَا لِزِيَارَةِ أَصْحَابِ الْكَرَامَةِ فَفِي تِلْكَ الْحَالَةِ جَازَتْ صَلَاةُ الْمُتَوَجِّهِينَ إِلَی أَرْضِهَا .

''کئی فتاوجات میں لکھا ہے کہ جب کعبہ اولیا کی زیارت کے لیے جاتا ہے، تو اس دوران جو لوگ کعبہ والی جگہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، ان کی نماز درست ہے۔''

(البحر الرائق: 300/1، فتاویٰ شامی: 432/1، حاشية الطّحطاوي، ص 212)

ہم کہتے ہیں آج تک یہ کرامت کسی ولی کے ہاتھوں صادر نہیں ہوئی کہ کعبہ اس کی تکریم و تعظیم میں زیارت کے لیے جائے۔ اہل سنت والجماعت تو اس سے ناواقف ہیں۔

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

كَذَا مَنْ يَقُولُ بِأَنَّ الْكَعْبَةَ تَطُوفُ بِرِجَالٍ مِنْهُمْ حَيْثُ كَانُوا !!

فَهَلَّا خَرَجَتِ الْكَعْبَةُ إِلَى الْحُدَيْبِيَةِ فَطَافَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُحْصِرَ عَنْهَا، وَهُوَ يَوَدُّ مِنْهَا نَظْرَةً؟! وَهٰؤُلَاءِ لَهُمْ شَبَهٌ بِالَّذِينِ وَصَفَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَيْثُ يَقُولُ: ﴿بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾.

''اسی طرح جو کہتا ہے کہ کعبۃ اللہ ان کے بعض افراد کا طواف کرتا ہے، وہ افراد کہیں بھی ہوں!! (یہ لوگ بھی دین سے دور ہیں۔) یہ کعبہ حدیبیہ میں کیوں نہ گیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کعبہ میں حاضری سے روک دیا گیا، نبی کریم ﷺ کو اسے ایک آنکھ دیکھنا چاہتے تھے؟ یہ لوگ تو ان کے مشابہ ہیں، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾ (المدثر: 52) ''بلکہ ان میں سے ہر کوئی (قبول حق کے لیے) چاہتا ہے کہ اسے (آسمان سے) کھلے صحیفے دیے جائیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 512)

جب مفتی احمد یار خان صاحب نے فقہا سے حاضر و ناظر کے مسئلہ میں یہ نقل کیا کہ کعبۃ اللہ بھی اولیا کی زیارت کے لیے عالم میں چکر لگاتا ہے۔ (جاء الحق، جلد ۱، صفحہ ۱۴۶)، تو مفتی صاحب کے ردو جواب میں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

''مفتی صاحب نے اس پر غور نہ کیا کہ کعبہ معظّمہ جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے حضرات صحابہ کرام کی زیارت کے لیے تو مدینہ طیبہ نہ گیا اور وہاں کا چکر نہ لگایا، بلکہ خود ان کو تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کر کے کعبہ معظّمہ کی زیارت کے لیے آنا پڑا، پھر اور کون ہوگا، جس کے لیے کعبہ عالم میں چکر لگاتا

پھرتا ہے۔کرامات اولیا حق ہے، مگر اس کا معتبر اور مستند ثبوت درکار ہے، ایسے مسائل میں محض کسی کتاب میں حوالہ موجود ہونے کا نام ہرگز ثبوت نہیں ہوتا۔ یہ بات بالکل بے اصل اور بے دلیل ہے، جو قابل التفات ہی نہیں ہے، باقی لغزشوں اور مسائل میں خطاء اجتہادی کا نام دلیل اور ثبوت نہیں ہے۔''

(آنکھوں کی ٹھنڈک، ص143)

اس بے سند کرامت سے فقہائے احناف نے لگے ہاتھوں ایک مسئلہ بھی حل کر لیا کہ اگر مشرق میں موجود کسی شخص نے مغرب میں موجود عورت سے نکاح کیا، ان کی باہم ملاقات بھی نہیں، چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا، تو وہ بچہ حلالی ہے اور اس سے نسب ثابت ہو گا۔ وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ صاحب کرامت ہو اور کرامۃ اپنی بیوی کے پاس چلا جاتا ہو یا اس کے لیے زمین سمٹ جاتی ہو یا کسی جن کی مدد سے بیوی کے پاس چلا جاتا ہو۔کعبہ بھی تو اولیا کی زیارت کے لیے عالم کا چکر لگا تا رہتا ہے۔

سوال: کیا گھر میں سفید مرغ پالنے کا حکم ہے؟

جواب: گھر میں سفید مرغ پالنے کا حکم نہیں۔اس حوالے ایک جھوٹی روایت ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّخِذُوا الدِّيكَ الْأَبْيَضَ فَإِنَّهٗ صَدِيقِي وَعَدُوٌّ عَدُوِّ اللّٰهِ وَإِنَّ دَارًا فِيهِ دِيكٌ أَبْيَضُ لَا يَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ وَلَا سَاحِرٌ وَلَا الدُّوَيْرَاتُ حَوْلَهَا قَالَ أَنَسٌ : مَا فَارَقَ عِنْدِي دِيكٌ أَبْيَضُ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهٗ .

''سفید مرغ پالیں، کیونکہ یہ میرا دوست ہے اور اللہ کے دشمن کا دشمن ہے۔

جس گھر میں سفید مرغ ہو، شیطان اور جادوگر اس کے اور اس کے ارد گرد (چالیس) گھروں کے قریب نہیں آتا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب سے میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، تب سے سفید مرغ میرے پاس رہا ہے۔''

(مسند الشاميين للطبراني : 10، المعجم الأوسط للطبراني : 677)

روایت جھوٹی ہے۔ محمد بن محصن عکاشی متروک وکذاب ہے۔